حضرت قائد اعظم شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ وزیراعظم جموں و کشمیر کا

خطبہ

جموں و کشمیر یونیورسٹی

کا

رسم افتتاح

۲ نومبر ۱۹۴۸ء

باہتمام محکمہ اطلاعات و نشریات حکومت جموں و کشمیر کلفشن پریس میں چھپکر شائع ہوا

مسٹر وائس چانسلر، ممبران سینیٹ، خواتین و حضرات

کشمیر یونیورسٹی کے افتتاح کے اس تاریخی موقع پر آپ سب کو خوش آمدید کہتے اور اپنی منکسرانہ مہمان نوازی کی پیشکش کرتے ہوئے مجھے حقیقی مسرت کا احساس ہو رہا ہے یہ افسوس کا مقام ہے کہ حضرت مولانا ابو الکلام آزاد وزیر تعلیم حکومت ہند اتفاقیہ طبعی ناسازی کی بناء پر اس تقریب میں شمولیت نہیں فرما سکے۔ ہم اُن کے اور حکومت ہند کے شکرگذار ہیں کہ انہوں نے اس یونیورسٹی کی بنیاد ڈالنے میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کو خوش آمدید کہتے ہوئے ہمیں مسرت ہوتی ہے اور ہم ڈاکٹر تاراچند کے ممنون ہیں جن کی انتھک کوشش نے ہمارے اس دیرینہ خواب کو پایۂ تعبیر تک پہنچانے میں بڑی امداد دی۔ ہمیں اس بات کی بھی خوشی ہے کہ اس وقت ہمارے درمیان سول اور ملٹری سے تعلق رکھنے والے کئی ہندوستانی سربرآوردگان مہمانوں کی حیثیت میں شمولیت فرما ہیں۔

۲۔ اس قسم کی تقریب پر مناسب ہے کہ ہم اپنے تمدن اور اپنی روایات کو پھر سے یاد کریں۔ کسی خود پرستی کے جذبے سے نہیں بلکہ اس لئے کہ ہمارے ماضی کے کارنامے ہمیں ان عظیم روایات کو قائم رکھنے کی توفیق دیں۔ جو ہمیں اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملی ہیں۔ اور ساتھ ہی ہمیں

نت نئی بلندیوں کو سر کرنے کا بڑھاوا دیں ۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ جہاں تک فہم و ادراک کی وسعت و ہمہ گیری کا تعلق ہے ۔ ایک زمانہ تھا جب کشمیر فن اور سائنس کے میدانوں میں اوروں سے کتنا آگے تھا ۔ اسوقت جب انسانی دماغ زندگی اور اس کے معانی اور محرکات کی تلاش میں اندھیروں میں بھٹک رہا تھا ۔ کشمیر ایک ستارہ تھا جس کی تابانی سے انسانی فکر کی راہیں منور ہوئیں ۔ عشرت اور اقتصادی بدحالی کے باوجود کشمیر کے لوگ تمدنی لحاظ سے اسقدر ترقی یافتہ تھے کہ کشمیر ہندوستانی تہذیب و تمدن کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا ۔ افسوس کا مقام ہے کہ وقت کی تخریبی آندھیوں نے کشمیر کے سینے پر بہت سے وہ نقش نہیں رہنے دئے جن سے کشمیریوں کی ذہنی ترقی کا پتہ چل سکتا ۔ پھر بھی جو تھوڑے بہت نشان مٹتے مٹتے رہ گئے ہیں وہی کچھ کم نہیں ۔ کہ اہمیں ۔ ہاردان ۔ مارتنڈ ۔ اونتی پور پٹن ۔ پری ہس پورہ اور ونگت کے وہ کھنڈر ہیں جو بت تراشی اور انجینئرنگ میں ہمارے کارناموں کے شاہد ہیں ۔ ان قدیم یادگاروں کو دیکھنے کی میں آپ سے خاص طور پر سفارش کرونگا ۔ یہ یادگاریں ان بھولے بسرے وقتوں کی ہیں جب کشمیر تعلیم و تدریس کے اپنے دو عظیم مراکز ۔ بیج بہاڑا اور شارداجی پر بجا طور پر فخر کر سکتا تھا ۔ ان دونو یونیورسٹیوں کا نام دُور دُور تک روشن تھا اور ہندوستان اور چین سے علم و فضل کے شیدائی کثیر تعداد میں یہاں آیا کرتے تھے ۔

(۲) جہاں تک ادبیات کا تعلق ہے کشمیر نے آٹھویں و تیرھویں صدی عیسوی کے درمیان کئی عدیم المثال

ادب پارے پیدا کیے - فلسفہ و حکمت میں کشمیر یہ دعوے کر سکتا ہے - اس نے اپنے فلسفہ ... ترکا جسے شومت بھی کہتے ہیں - ویدانت کا ایک نیا نظریہ پیش کیا - اگرچہ یہ ایک فوق العمل فلسفہ ہے لیکن تدلیل و تجزیہ کا اتنا پابند ہے کہ ٹھوس حقائق کو نظر انداز نہیں کرتا - اس سلسلہ کی بہت سی تصنیفات میں ... بھی نو گپتا کی تنتر لوک جو دسویں صدی عیسوی کے اواخر میں لکھی گئی خاص طور پر قابل ذکر ہے -

۴ - اتنا ہی نہیں علم و تحقیق کے اور بھی میدان ہیں جنہیں ہمارے بزرگوں نے بڑے بڑے فاصلوں کو طے کیا اور بڑی بڑی بلندیوں کو سر کیا - پاتنجلی صرف و نحو کے سب سے بڑے اُستاد تھے - چرک ، نرہری ، بھاسکر اچاریہ ، آریہ بھٹ اور رتن کنٹھ طب اور نجوم کے سلسلے میں ان برگزیدہ ناموں کی یاد سے ہی ہمارے سر بلند ہو جاتے ہیں کہ ان سب کو بھی اسی سرزمین سے وابستگی تھی جو ہمارا وطن ہے - کلہن کی راج ترنگنی اس ملک کی قدیم اور مستند تاریخوں میں ایک خاص درجہ رکھتی ہے - تاریخ نگاری کے جو بلند معیار کلہن نے قائم کیے انہیں جاری رکھنا معمولی بات نہ تھی لیکن اس سرزمین نے کئی ایسے روشن ادراک فرزند پیدا کیے جنہوں نے اس چراغ کو بھی روشن و منور رکھا - ان میں یہ نام خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں :- پریواران ، ملا احمد ، پرجا بھٹ - حیدر ملک ، حسن شاہ کھوہامی - نارائن کول - محمد اعظم - ہر گوپال کول اور منشی محمد دین فوق

۵ - ہمیں اپنی وراثت میں سنسکرت اور فارسی دونوں تمدنوں کی بیش بہا دولت ملی ہے - ہمارے

جن بزرگوں نے فارسی ادب اور فلسفہ کی خدمت کی ہے۔ انہیں سے شعر وسخن کے سلسلے میں محمد طاہر غنی صافی ملا اشرف بہاء الدین۔ مولانا مرحاری، ملا طیب، ملا فاروقی، اور فلسفہ و حکمت کے سلسلے میں علامہ صرفی بابا داؤد خاکی۔ ملا محسن فانی، خواجہ حبیب اللہ نوشہری اور مرزا کمال الدین کامل کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۶) ہمارا تمدن کبھی تنگ خیالی کے دائروں میں محصور نہیں ہوا اور نہ ہی اسنے طبقاتی و جماعتی حد بندیوں کو ہی تسلیم کیا ہے۔ ہمارے اب جد مسلمان تھے جنہوں نے سنسکرت پڑھی اور ہندو تھے جنہوں نے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ زین العابدین کے دور حکومت میں ملا احمد علامہ نے مہابھارت اور راج ترنگنی کے ترجمے زبان فارسی میں کئے اسی طرح فارسی میں پنڈت تابارام ترکی کا جنگ نامہ اور پنڈت راج کول ارز بیگی کی ڈائری بھی صرف مشہور ہی نہیں بلکہ وہ اس بات کا ثبوت بھی ہیں کہ ہندو بھی فارسی میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔

(۷) اس زمانہ کی ایک اہم بات یہ ہے کہ کشمیری خواتین نے گھر کی چار دیواریوں اور پھولوں اور کیسر کی کیاریوں سے تجاوز کر کے علم و فلسفہ کے میدان میں بھی قدم رکھا۔ سلطان شہاب الدین کے دور حکومت میں لال دید اور روپا بھوانی نے شعر وسخن کے ذریعے بہت نام پیدا کیا اور حبہ خاتون جو ایک کسان گھرانے میں پیدا ہوئی اور شاہ یوسف شاہ چک کی ملکہ بنی شاعرہ بھی تھی جسکے اشعار عظمت خیال اور حسن تخیل کے شاندار نمونے ہیں۔

۸۔ ہند میں اقتدار مغلیہ کے زوال کے ساتھ ہمارے یہاں نومیدی اور تاریکی کا نیا دور شروع ہوا اور ہم ان لوگوں کی چیرہ دستیوں کے شکار ہوتے گئے جن کا واحد مقصد دھرتی کے جفاکش بیٹوں کی محنتوں کا پھل

لوٹ کر اپنا پیٹ بھرنا تھا۔ ہماری تمدنی روائتوں اور صدیوں کی کاوشوں کو بری طرح سے مٹایا گیا اور ہمارا فن اور ادب مادہ پرستوں کے اس تشدد کا سب سے پہلے شکار ہوئے۔ غنی اور کامل اور مرزا کامل کی اولاد غلامی کے شکنجوں میں جکڑی گئی اور وقت کی اس ڈھلتی ہوئی شام نے ہمارے فہم و ادراک کی بلندیوں کو سرنگوں پایا۔ آقا و غلام کے اس خوفناک امتیازی دور میں ہمیں فنی تخلیق کی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ لیکن قوموں کی خودداری اور آزادی کی تڑپ کبھی کبھی فنا کی زد میں آتی ہے ؟ علم و فضل کی نورانی مشعلیں جو گذری ہوئی صدیوں کو روشن و منور کرتی ہوئی ہم تک پہنچی تھیں ہندوستان میں، جہاں کا ماحول مقابلتاً سازگار رہا جلتی رہیں اور جو تمدن وقت اور حالات کی مجبوریوں سے ہمارے اپنے وطن میں تشنۂ اظہار رہا۔ وہ ہند میں بسے ہوئے کشمیریوں کی کاوشوں سے پروان چڑھا اقبال، مولانا انور شاہ، نہرو، چکبست، سرشار، آغا حشر اور نسیم!۔ کون سی یادیں ہیں جن پر یہ نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نقش نہیں ہو گئے ؟

۹۔ تاریخ انسانی کی اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ قومیں اپنے رستے سے بھٹک تو جاتی ہیں لیکن ان پر ہونے والے ظلم و تشدد کا کوئی دور بے نہایت نہیں ۔ ظلم و تخریب کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور قومیں عروج و ارتقا کے رستے پر پھر سے گامزن ہوتی ہیں۔ اہل کشمیر نے آج سے اٹھارہ سال پہلے حیات نو کی یہ انگڑائی لی۔ اٹھارہ سال کا عرصہ ایک انسان کی محدود زندگی کا اہم ترین حصہ ہے۔ لیکن تاریخ انسانی کا یہ محض ایک مختصر سا لمحہ ہے۔ وقت کی مشعل کی ایک ذرا سی لپک ! لیکن جیسا کہ ہندوستان میں ہوا، وہ کونسی انسانی کاوشیں ہیں، وہ کون سی قربانیاں ہیں، روح کی وہ کون سی بلند پروازی ہے، جو ان اٹھارہ سالوں کے غیر مرئی

حلقے میں نہیں سمٹ آئی؟ — ان اٹھارہ سالوں میں ان الفاظ کے کہنے والے اور اسکے ساتھیوں نے کشمیری عوام کی دماغی، سیاسی، اور اقتصادی غلامی کو ختم کرنے کے لئے ایک مسلسل جدوجہد کی ہے۔ اور آج اگر ہم اپنی کامیابی کی پہلی منزل پر پہنچے ہیں تو یہ ان لاکھوں عوام الناس کی بدولت ہے جنکی امنگوں کو کوئی ظالمانہ طاقت مٹا نہیں سکی اور جنہوں نے ہر اس تخریبی طاقت کا مقابلہ کیا جو ان کے جذبۂ آزادی کو کچل دینا چاہتی تھی۔

۱۰ — آج سے ایک سال پہلے غلامی کے بندھنوں کو توڑ کر ہم اپنی قسمتوں کے مالک خود بن گئے۔ اور ایک مدت سے ہم ترقی و تعمیر کے جو خواب دیکھ رہے تھے انہیں عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمارے منصوبے بن رہے تھے کہ ہماری سرحدوں کے اُس پار سے ظلم و تشدد کی بہیمانہ طاقتوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ یہ ہماری خوش بختی تھی کہ ہندوستان نے، اشوک اور اکبر کے ہندوستان نے، ٹیگور اور گاندھی کے ہندوستان نے، للتادتیہ اور زین العابدین کے کشمیر، چرک اور غنی کے کشمیر کے تحفظ کے لئے، اُسے جو میسر آیا بڑی شدت و سرعت سے ہمیں بھیج دیا — اور نتیجہ؟ —— ترقی اور خوشحالی کی منزلوں کیطرف اٹھتے ہوئے ہمارے قدم مصائب کی چٹانوں کے سامنے رکے نہیں!

۱۱ — ایک وقت تھا جب عظیم کارنامے فرد واحد کی کوششوں سے منسوب ہوتے تھے۔ لیکن دور حاضر کے حالات میں جو عظیم کارنامہ ایک منظم اور اجتماعی سعی و کاوش کا ہی نتیجہ ہو سکتا ہے — اس کا بہترین ثبوت موجودہ سائنس ہے جس نے عوام کی غریبی، بیماریوں اور بدحالی کو ختم کر کے ایک بہتر اور خوشحال زندگی کے خواب کو امکان کی صورت میں بدل دیا ہے۔ اور یہ صرف یونیورسٹیاں ہیں جو سائنس اور ان نئی تحقیق کے میدانوں میں علم کو فروغ دیسکتی ہیں

چنانچہ ہم نے محسوس کیا کہ ایسی یونیورسٹی کا ڈھانچہ تیار کرنے میں ہمیں کسی قسم کی تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ ہمیں اس بات کا بھی گہرا احساس ہے کہ اسوقت ہم اس یونیورسٹی کو وہ کچھ نہیں بنا سکے جو ہم چاہتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ مشکلات کا یہ دور بہت جلد ختم ہو جائیگا اور ہم اس یونیورسٹی کی ہر اس طریقے سے اعانت و امداد کر سکیں گے جس کی یہ ہم سے روادار ہے۔ اسکے ساتھ ہی مجھے پورا بھروسہ ہے کہ اس ملک کے غیر سرکاری ادارے اور لوگ اعلےٰ تعلیم کو فروغ دینے کے لئے اس تعلیمی ادارے کی ہر طرح سے مدد کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ مولانا صاحب کی کوششوں کے ذریعے ہم اس یونیورسٹی کے لئے حکومت ہند سے بھی خاصی امداد حاصل کر سکیں گے۔

۱۲۔ ریاست کے لوگ اپنے ہندوستانی بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ آزادی کے عظیم سفر پر روانہ ہو چکے ہیں اور ایک آزاد جمہوری جذبے کو زندہ و پائندہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسانی تمدن کو زیادہ سے زیادہ ہمہ گیر بنایا جائے اور سائنس کو فروغ دیا جائے جمہوریت اور تمدن ہمیشہ آزادی اور برابری کے سلجھے ہوئے ماحول میں ہی پروان چڑھتے ہیں۔ ضروری ہے کہ اقتصادی اور سیاسی غلامی کے وہ بندھن ٹوٹ جائیں جو انسانوں کو ایک دوسرے سے الگ کرتے ہیں۔ ہم جو نیا کشمیر کے نصب العین میں اعتقاد رکھتے ہیں یہ نہیں باور کر سکتے کہ تمدن اور علم کسی ایک جماعت یا دھڑے بندی کا اجارہ بن جائے۔ اس یونیورسٹی نے اپنے سامنے جو نصب العین رکھا ہے وہ یہ ہے کہ علم و فضل کی روشنی غریب کسانوں اور دستکاروں کے ظلمت کدوں میں بھی پہنچ جائے جنکی طرف آجتک کسی نے دھیان نہیں دیا علم و تمدن کی برکتوں اور تہی دامن عوام کے درمیان جو لمبے فاصلے پڑے ہوئے ہیں انہیں ناپید کرنا ایک ایسا کام ہے جسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ہماری ہر کوشش صرف ہوگی۔ یہ ہمارا ایک مقدس فرض ہے کہ ہم ہر کشمیری کو اپنے آب و جد کی شاندار روائتوں کا وارث ہی نہیں بلکہ ان عظیم تمدنی کاوشوں میں برابر کا حصہ دار بھی بنائیں جنہیں اس یونیورسٹی کے اجرا کے ساتھ ہم نے ایک ایسے دور میں شروع کیا ہے جو ہماری قومی زندگی کا سب سے نازک دور ہے۔

۱۳۔ آئیے خدائے ذوالجلال سے دعا کریں کہ یہ یونیورسٹی جس کا افتتاح ہم آج کر رہے ہیں پھل پھول کر جلد ایک عظیم المرتبت ادارے کی صورت اختیار کرے اور دور دراز تک اپنی روشنی پھیلائے اور ساتھ ہی ہماری قومی زندگی میں نور کی ایک نئی لہر دوڑا دے۔